اسوۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفحہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے جس میں تمدن، معاشرت اور اخلاق کی تمام جز ئیات جکڑی ہوئی ہیں۔ اگر اس کی بندش ڈھیلی ہو جائے تو نظامِ عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جائے۔ اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم ورواج اختیار کیے، جن کی خلاف ورزی موجب ملامت، بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفۂ اخلاق ایجاد کیا جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیت بشری کو مجبور کرتا ہے۔

ہمارا سرمایہ فخر

اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے کہ وہ انسان کی ہر فرو گذاشت پر سختی کے ساتھ گرفت کرتی ہے۔ اگر رومن لا (رومی قانون) کو اپنے اوپر ناز ہے کہ وہ دنیا کے قوائے متضادہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا۔ اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گھمنڈ ہے کہ وہ اخلاقی قویٰ کی تربیت کرتا ہے تو ہمیں ان کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ ہم رسم و رواج کے پابند نہیں کہ یورپ کے قوانینِ معاشرت پر فریفتہ ہو جائیں۔ ہم قانونی سختیاں برداشت کرنے کے خوگر نہیں کہ اپنے ہاتھ کو ہتھکڑی کے حوالے کر دیں۔ قیاساتِ عقلی ہماری غذائے روحانی نہیں کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس جائیں۔ بلکہ ہمارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذہب کے سلسلے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے گوشت اور خون پر چمڑے کی بجائے مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے۔ پس ہم کو ہر دل فریب رسم و رواج، ہر مرعوب کر دینے والے قانون اور ہر متحیر کر دینے والے فلسفے کو چھوڑ کر اپنی باگ صرف اسلام ہی کے ہاتھ دینی چاہیے اور اس پر فخر کرنا چاہیے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اُسوہ حسنہ

مذہب کی قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آنحضرت ﷺ کا اتباع فرض کر کے ہم کو پوری دنیا کی مادی و اخلاقی غلامی سے آزاد کر دیا ہے۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾(۱)

''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کا بہترین نمونہ رکھا گیا ہے''

اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم رسول اللہ تقلید کرو۔ کیوں کہ ایک شخص کی تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہو جاتی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاری تقلید صرف اسی پاک ذات میں محدود ہے۔ کیون کہ تمہیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع لازم کر دیا گیا بلکہ ساتھ ہی دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کی بھی نفی کر دی۔ اس لیے کہ صرف ایک ہی آفتاب ہے جس کی روشنی ظلمت زار دنیا کی ہر اندھیری اور ہر تیرہ و تاریک راہ میں ہماری رہنمائی کر سکتی ہے

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

آیات واحادیث

اسی آفتاب کی روشنی سے اور سیارے بھی نور حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا اتباع بھی ہم پر واجب ہو جاتا ہے۔

۱۔ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم**

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا دور جو اس کے بعد آئیں گے۔ پھر وہ لوگ جو اس کے بعد اسوہ حسنہ کی تقلید کریں گے''

۲۔ **اصحابی کالنجوم** ''میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں''

اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی اس

خصوصیت کا بار بار ذکر کیا ہے

﴿الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عند ھم فی التورۃ والانجیل یا مرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر و یحل لھم الطیبت و یحرم علیھم الخبائث﴾(۲)

''جو رسول اور نبی امی کی پیروی کریں گے، جس کی بعثت توریت اور انجیل میں لکھی پائیں گے۔ وہ انہیں نیکیوں کا حکم دے گا اور برائیوں سے منع کرے گا، پاک اور مفید چیزوں کو ان پر حلال اور ناپاک اور مضر چیزوں کو حرام کرے گا''

﴿کنتم خیر امۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ﴾(۳)

''تم لوگ بہترین امت ہو، جسے اللہ نے دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نمایاں کیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو''۔

لیکن ان آیتوں کی عملی تفسیر ہمیں صرف احادیث کی کتابوں میں ڈھونڈنی چاہیے، جن کے ذریعے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے مواقع احتساب کے ایک ایک جزیئے کا پتہ لگ سکتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہدایت و ارشاد کے لیے جو آفتاب اور سیارے پیدا کیے تھے، وہ ہمیشہ ضیا گستر رہتے تھے۔ احتساب کی ترتیب اصلاحِ نفس سے شروع ہو کر بالترتیب محتسب کے قبیلے اور قوم تک منتہی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرضِ احتساب اسی ترتیب کے ساتھ ادا فرمایا ہے۔

اصلاح نفس

آنحضرت ﷺ کی ذات پاک جامع فضائل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے تمام زلّات کو معاف کر دیا تھا۔ بایں ہمہ آپ اس کثرت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں پھول کر پھٹ پھٹ جاتے تھے۔ صحابہؓ نے اس محنت شاقہ کو دیکھ کر عرض کیا ''یا رسول اللہ خدا نے تو آپؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ پھر آپ کیوں اس قدر مصروف عبادت رہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا

افلا اکون عبداً شکورا "کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ ہونے کی کوشش نہ کروں" (۴)

چنانچہ جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے تھے، جو قلب کو خدا کے شکر سے پھیر دے سکتے تھے، یا نفس میں غرور وتکبر پیدا کر سکتے تھے، تو آپؐ نہایت سختی کے ساتھ ان کا انکار کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا لیا تھا، جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ آپؐ کی نظر پڑی تو فرمایا:

"امیطی عنا قرامک هذا، فانه لا تزال تصاویرٔ تعرض فی صلاتی" (۵)

"ہمارے سامنے سے اپنا یہ پردہ ہٹالو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں سامنے آتی رہتی ہیں یعنی خلل انداز ہوتی رہتی ہیں"

ایک صحابیؓ نے بطور تحفہ کے آپؐ کو حریر کا ایک چغہ دیا۔ آپؐ نے اسے پہن کر نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہایت ناگواری سے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا

"لا ینبغی هذا للمتقین" "یہ پرہیزگاروں کے قابل نہیں" (۶)

غرور وکبر سرچشمہ

غرور وکبر کا سرچشمہ مدح وستائش ہے۔ امراء وسلاطین کو اس مرض نے دنیا کی تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ اگرچہ خیر البشر تھے لیکن اگر کوئی شخص آپؐ کو انبیائے سابقین پر ترجیح دیتا تھا، تو آپؐ اسے منع فرماتے تھے۔ ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ہو گیا۔ صحابی نے غصے میں قسم کھائی، اور کہا "خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو تمام دنیا سے افضل بنایا ہے"۔ یہودی نے بھی قسم کھائی "اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام دنیا پر ترجیح دی ہے" صحابی نے اس پر غصے میں آکر یہودی کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی۔ آپؐ نے حکم دیا "مجھے موسیٰ پر ترجیح نہ دو"

احتسابِ قبیلہ وخاندان

خیرات گھر ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو حکم دیا تھا

﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾(۷)

''اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے حق پیش کرو اور عذابِ الٰہی سے ڈراؤ''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے اپنے پورے قبیلے اور خاندان کو جمع کر کے پیغمبرانہ لہجے میں یہ حکم سنایا:

''یا معشر قریش! یا معشر بنی عبد مناف! یا معشر بنی قصی! یا معشر بنی عبد عبد المطلب! اے فاطمہؓ، محمدؐ کی بیٹی! تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، کیوں کہ میں قیامت کے دن کچھ بھی نفع و نقصان نہ پہنچا سکوں گا! اے فاطمہؓ! تجھے مجھ سے صرف جسمانی تعلق ہے، اور رشتے کی بیل کو صرف دنیا ہی میں سرسبز و شاداب رکھ سکوں گا''(۸)

یہ ایک عام احتساب تھا لیکن مخصوص مواقع پر بھی آپؐ ازواج مطہرات اور اہل و عیال کو نیکی کی ترغیب دیتے اور برائی سے روکتے رہتے تھے۔ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ایک رات اٹھے، اور فرمایا ''سبحان اللہ! آسمان سے فتنہ و فساد کی بارش ہو رہی ہے اور برکات و فضائل کے خزانے کھل گئے ہیں۔ حجروں میں سونے والیوں کو جگا دو۔ کیوں کہ دنیا میں بہت سی کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ نظر آئیں گی''۔(۹)

صدقے سے اجتناب میں اہتمام

آپؐ نے تنزہِ نفس اور استغنا کی وجہ سے فقر و فاقہ کے باوجود اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ حرام کر لیا تھا۔ امام حسینؓ نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپؐ کی نگاہ پڑی تو فوراً ٹوکا ''کخ کخ! تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا''(۱۰)

ایک مرتبہ شب کو آپؐ، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور فرمایا ''تم لوگ اٹھ کر تہجد کیوں نہیں پڑھتے؟'' حضرت علیؓ نے جواب دیا، یا رسول اللہ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے، اگر وہ جگائے گا تو جاگیں گے؟'' آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے مگر اپنی ران پر

افسوس کے ساتھ ہاتھ مارااورآیت پڑھی:

﴿وکان الانسان اکثر شیء جدلا﴾(۱۱)

''آدمی بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے''

احتسابِ قوم

اگر چہ وہ تمام جزئی مواقع، جہاں آنحضرت ﷺ نے احتساب کا فرض ادا کیا ہے، احتساب قومی کے تحت میں داخل ہیں، لیکن آپؐ نے دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھ اس خصوصیت کا اظہار اپنی قوم کے سامنے فرمایا:

''میری اور میری شریعت کی مثال بعینہٖ اس شخص کی سی ہے، جس نے ایک قوم کے پاس آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر تمہاری طرف آتے دیکھا ہے۔ میں ایک ''نذیر عریاں'' ہوں۔ پس تمہیں ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور وہ رات ہی رات بچ کر نکل گیا۔ دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا بول دیا اور اس گروہ کا استیصال کر دیا''

دوسرے موقع پر فرمایا:

''میری اور تمام لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ بھڑکائی۔ جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تو پروانے اس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اس نے پروانوں کو آگ میں جانے سے روکنا چاہا لیکن وہ سب اس کے قابو میں نہ آسکے اور آگ میں گھس گئے''۔(۱۲)

عقائد کی درستگی

آنحضرت ﷺ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا۔ عقائد میں بدترین چیز شرک فی اللہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے صرف شرک ہی مٹانے کے لیے جہاد کیا، جو احتساب کی آخری منزل ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت عقائد ہیں، جو عام دسترس سے باہر ہیں۔ اگر عام لوگوں کو اس میں غور وفکر کا موقع دیا جائے تو مذہبی عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہو جائیں اور اسلامی

عقائد کی سادگی فنا ہو جائے، جو اسلام کا سب سے بڑا زیور ہے۔اسی غرض سے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی تھی کہ وہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ چنانچہ عہدِ نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آئے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے سختی کے ساتھ صحابہؓ کو زجر و توبیخ کی ہے۔

مسئلہ قضا و قدر

ایک مرتبہ صحابہؓ مسئلہ جبر و قدر پر مباحثہ کر رہے تھے جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف مقابل پیدا کر دیے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

''بھذا امرتم اور لھذا خلقتم ؟ تضربون القرآن بعضه بعض بھذا هلکت الامم قبلکم'' (۱۳)

'' کیا تم لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے، یا تم لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈمڈ کر رہے ہو۔گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کر دیا''۔

چاند سورج کا گہن

اگر چہ اسلام نے عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد مٹا دیے تھے تاہم بعض باتیں رہ گئی تھیں، اور کبھی کبھی ان کا ظہور ہو جاتا تھا۔عربوں کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا امر جاتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے۔آنحضرت ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو اتفاق سے اسی دن سورج میں گہن لگ گیا۔لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم کی موت کا اثر ہے۔لیکن آپؐ نے فوراً اس کی تردید کی اور لوگوں کو اس خیال سے روکا اور فرمایا'' چاند اور سورج میں کسی کے مرنے اور جینے سے گہن نہیں لگتا'' (۱۴)

عبادات

عبادات چونکہ روزہ کی چیزیں تھیں جن میں سہو و غفلت اور بے عنوانی کا پیدا ہونا ضروری تھا اس لیے آنحضرت ﷺ کو ان کے بارے میں احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی۔اسلام نے

ادائے نماز کے لیے جماعت کو ضروری قرار دیا تھا لیکن لوگ اس میں غفلت کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے چند اشخاص کو ڈھونڈا تو نہ پایا۔ نہایت برہم ہوئے، اور فرمایا:

''جی میں آتا ہے ایک شخص کو امام بنا کر خود ان لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر ان کے گھر میں آگ پھونک دوں'' (۱۵)

نماز میں تخفیف کی تاکید

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے، جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی۔ آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آ گیا اور فرمایا:

''تم مذہب سے لوگوں کو متنفر کر رہے ہو۔ امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان میں مریض، ضعیف اور کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں'' (۱۶)

خشوع فی الصلاۃ

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع ہے لیکن جب کسی کے طرزِ عمل سے ان کا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت ﷺ اسے تنبیہ فرماتے تھے۔ ''ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ چکا تو آپؐ نے فرمایا نماز کو دہراؤ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس نے تین بار نماز دہرائی آپ نے تینوں بار ٹوکا۔ آخر میں اس نے کہا میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا''۔ اب آپؐ نے تکبیر، قرات، رکوع، سجود اور قعود کے وہ طریقے بتائے جن سے اطمینان، سکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا۔ (۱۷)

جزئیات پر نظر

عبادات اور مقدمات عبادات کے بارے میں آپ معمولی اور جزئی باتوں پر گرفت کرتے تھے۔ ایک بار سفر میں تھے، نماز عصر کا وقت آ گیا۔ صحابہؓ نے پاؤں کا مسح کیا۔ آپؐ نے دیکھا تو دور سے بہ زور آواز دی!

''ویل للاعقاب من النار''   ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے''(۱۸)

ابتدائے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کی حالت بالکل ابتدائی تھی۔ تمام جزئیات اور فروع ابھی واضح نہیں ہوئے تھے اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے۔ موجودہ حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے مسجد میں تھوک کا دھبہ دیکھا۔ خود اٹھے، دستِ مبارک سے اسے مٹا دیا پھر فرمایا ''نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے، اس لیے کسی شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنا نہیں چاہیے، البتہ دائیں بائیں یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے''۔(۱۹)

یہاں یہ واضح رہے کہ اس وقت مسجد کا فرش پختہ نہیں تھا۔ صحنِ مسجد اور عام سطح زمین سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہیں تھا۔ ریتلی زمین تھی، اور وہ ہر طرح کے رطوبت جذب کر لیتی تھی لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ ہی نہیں، صحن کا فرش بھی پختہ ہوتا ہے۔ پس وہاں تھوکنا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوقِ نشست پر حملہ کرنا ہے۔

بدعت

نظام مذہبی کا سب سے خطرناک مرض بدعت ہے۔ اگر چہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مسلمان اس مرض میں مبتلا نہیں ہو سکتے تھے، تاہم جاہلیت کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آ جاتی تھی۔ اس لیے آپؐ ہمیشہ ان کے مٹانے میں مصروف رہتے تھے۔

پیدل چلنے کا حلف

بدعت کی مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں۔ لیکن اس کی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے، جو یہود و نصاریٰ کے مذہب کا جزو بن گئی تھی۔ ﴿و رھبانیۃ ن ابتدعوھا﴾ (۲۰) ''اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی''

عرب پر یہود و نصاریٰ کا مذہبی اثر غالب تھا۔ اس لیے وہاں بھی اس قسم کی بدعات پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھوں پر

ہاتھ رکھ کے جا رہا ہے۔ آپؐ نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ ضعف کی وجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے'' آپ نے فرمایا اس نے کیوں اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ خدا اس سے بے نیاز ہے''۔

ننگے پاؤں چلنے کی ممانعت

عقبہ بن عامر کی بہن نے غلاف کعبہ تک ننگے پاؤں چلنے کی منت مانی اور عقبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ پوچھ آئیں تو آپؐ نے فرمایا ''سواری پر بھی جا سکتی ہے'' (۲۱)

کھڑے رہنا اور بات نہ کرنا

ایک مرتبہ آپؐ خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر سن رہے تھے۔ لیکن ایک شخص کھڑا تھا۔ آپؐ نے وجہ دریافت فرمائی تو معلوم ہوا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا، سائے میں نہ بیٹھے گا، کسی سے بات چیت نہ کرے گا اور روزہ بھی رکھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے بیٹھنا چاہیے، سائے میں آنا چاہیے، گفتگو بھی کرنی چاہیے اور روزے کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ (۲۲)

ناک میں نکیل

اسی طرح ایک شخص آپ کو نظر آیا جسے ایک شخص ناک میں نکیل ڈال کر کعبہ کا طواف کرا رہا تھا۔ آپ نے اس کی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کراؤ'' (۲۳)

تشدد آمیز مذہبی انہماک

لیکن ان بدعات سے زیادہ ان اصولوں کا مٹانا زیادہ ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں۔ بدعات کا سب سے بڑا سرچشمہ تشدد آمیز مذہبی انہماک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عبادات کو نہایت سہل اور آسان طریقے پر قائم کیا ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے

سنگِ بنیاد پر بدعت کی عمارت قائم نہیں کی جاسکتی تھی، تاہم ابتدا میں صحابہؓ کا ایک پر جوش اور مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا۔ جب آنحضرت علیہ وسلم صلی اللہ نے ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا شروع کیا تو آپ نے صحابہؓ کو سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ اس پر بھی لوگ باز نہیں آئے تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کیا کہ لوگ گھبرا کر خود باز آ جائیں۔ عبداللہ بن عمر کو کثرت صوم وصلوۃ سے اسی لیے روک دیا تھا۔ حضرت سلیمان نے حضرت ابوالدرداءؓ کو بھی شدت زہد سے منع فرمایا تھا اور آپؐ نے ان کی تائید فرمائی تھی۔ (۲۴)

رسم ورواج کا انسداد

رسم ورواج کو جب استحکام ہوجاتا ہے تو بدعات کی طرح ان کا چھوڑنا بھی نہایت شاق گذرتا ہے۔ حالانکہ اکثر حالتوں میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں۔ اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کر لیتی ہیں۔ عرب میں بہت سی مضر رسمیں جاری ہوگئی تھیں، جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی۔ اس لیے بدعات کے ساتھ ان کا بھی انسداد کیا گیا۔

میت کا ماتم

عرب کے جذبات نہایت رقیق ولطیف تھے۔ اس لیے وہ اعزّہ واقارب کی موت سے نہایت متاثر ہوتے تھے، جس کا اظہار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا ہے۔ عورتیں نہایت شدت کے ساتھ میت پر گریہ وزاری کرتی تھیں۔ منہ نوچنا، سر کے بال منڈوانا، گریبان چاک کر دینا، شوہر کی موت پر برسوں تک خاص پابندیوں کے ساتھ گھر سے باہر رہ کر ماتم کرنا عرب کی عورتوں کا عام شعار تھا۔ آپؐ نے ان تمام رسومات کو نہایت سختی کے ساتھ مٹایا۔ شخصی حیثیت کے علاوہ میت پر قومی حیثیت سے بھی ماتم کیا جاتا تھا، یعنی قبیلے کی بہت سی عورتیں جمع ہو کر میت کے محاسن وفضائل بیان کرتی تھیں اور باہم روتی تھیں۔ اس رسم کا نام ''نیاحہ'' ہے۔ آپ کے زمانے تک یہ رسم قائم تھی۔ لیکن جب کبھی آپ کے سامنے اس قسم کے مواقع آئے تو آپ نے اس بات پر عورتوں کو سختی کے ساتھ تنبیہ کی۔

حضرت ابو سلمہؓ کی شہادت

حضرت ام سلمہؓ کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تو بہ حسرت بولیں ''مسافر مسافرت میں مرا۔ اس پر اس قدر گریہ و بکا کروں گی کہ یادگار رہے گا۔ چنانچہ اس غرض سے اٹھیں تو عرب کے دستورِ قدیم کے مطابق ایک عورت نے گریہ و بکا میں ان کا ساتھ دینا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ''کیا اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتے ہو، جس سے خدا نے اسے نکال دیا ہے؟'' (۲۵)

حضرت جعفرؓ کی شہادت

جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی شہادت کی خبر آئی تو ان کی عورتوں نے اسی طریقہ سے نوحہ کرنا شروع کیا۔ ایک شخص نے آپ کو خبر دی۔ آپؐ نے منع کرنے کا حکم دیا لیکن وہ ناکام واپس آیا۔ آپؐ نے اسی غرض سے دوسری مرتبہ پھر اسے بھیجا۔ اس پر بھی کچھ اثر نہ ہوا تو تیسری بار آپؐ نے فرمایا ''جا کر ان عورتوں کے منہ میں خاک جھونک دو''۔ (۲۶)

جنازے کے مراسم

جنازے کے متعلق بھی اسی قسم کی متعدد رسمیں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً اہلِ عرب جنازے کے ساتھ سواری پر جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کو دیکھا کہ وہ ایک جنازے کے ساتھ سوار ہو کر جا رہے تھے۔ فرمایا ''کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ فرشتے پیدل ہیں اور تم سواری پر جا رہے ہو''۔ (۲۷)

جنازے کی مشایعت صرف کرتا پہن کر کرتے تھے۔ اظہارِ غم کے لیے چادر ڈال لیتے تھے، چادر عرب کا عام لباس تھا۔ آنحصرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وضع میں چند اشخاص کو دیکھا تو فرمایا ''کیا جاہلیت کے طریقے پر عمل کر رہے ہو'' (۲۸)

عورتوں کی شرکت جنازہ

جنازے میں عموماً عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے چند عورتوں کو بیٹھے ہوئے

دیکھاتو پوچھا کہ ''کیوں بیٹھی ہو''؟بولیں ایک جنازے کا انتظار ہے۔فرمایا''کیااس کوغسل دوگی''؟ ان سبھوں نے جواب دیا''نہیں''پھر فرمایا ''کیالاش کوکندھادوگی''ان سبھوں نے کہا''نہیں''پھر فرمایا کیالاش کوقبر میں اتاروگی''؟بولیں''نہیں''توآپ نے فرمایا ''پھرواپس جاؤ''۔(۲۹)

فخر وغرور کی ممانعت

عرب کی فخر پسند طبیعت ہمیشہ باپ دادا کے کارناموں کا ذکر نہایت بلند آہنگی سے علی رؤس الاشہاد کرتی تھیں یہاں تک کہ زمانہ حج میں بھی یہ داستانِ پارینہ تازہ کی جاتی تھی ۔ ﴿فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبآئکم أواشد ذکرا﴾(۳۰) ''توچاہیے جس طرح پہلے اپنے آباؤ اجداد کی بڑائیوں کا ذکر کرتے تھے ۔اب اسی طرح اللہ کا ذکر کرو بلکہ اس سے بھی زیادہ''۔ اس کو''مناشرت'' کہتے تھے۔فخر وغرور کے اظہار کا یہ طریقہ بڑے بڑے نزاع قائم کردیتا تھا۔اسلام نے اس رسم وختم ہی کردیا۔لیکن اس کا اثر مختلف صورتوں میں پھیل گیا۔من جملہ ان کے ایک صورت یہ بھی تھی کہ باپ دادا کے نام کی قسم کھاتے تھے ۔ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بھی قسم کھائی۔آپؐ نے فرمایا ''خداباپ دادا کے نام کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔صرف خدا کی قسم کھانی چاہیے،ورنہ خاموشی بہتر ہے''۔(۳۱)

اخلاقی اصلاح

آنحضرت علیہ وسلم ﷺ کی بعثت کا اصلی مقصد اصلاح اخلاق اورتزکیہ نفس تھا،جسے خودآپ نے ظاہر فرمایا تھا: ''انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق''

''میں اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں''

اور یہ مقصد ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہتا تھا۔اصولی طور پرآپ نے اخلاق کے بارے میں جو اصلاحات کیں،وہ ان کے علاوہ ہیں۔جزئی طور پر جب کسی شخص سے کسی قسم کی بداخلاقی کاظہور ہوتا تھا توآپ اسے فوراً تنبیہ فرمادیتے تھے۔چنانچہ احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں،جن کے جزئیات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

انسداد گداگری

اسلام نے زکوٰۃ کا مستقل نظام قائم کر دیا تھا کیونکہ خاص خاص لوگ اس کے مستحق حقیقی تھے۔ عام طور پر اسلام مفت خوری اور گداگری کو نہایت ذلیل پیشہ قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ غیر مستحق لوگوں کو گداگری سے سختی کے ساتھ روکتے تھے۔

ایک انصاری کی مثال

ایک مرتبہ ایک انصاری نے آپ سے سوال کیا آپ نے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کچھ پونجی ہے اس نے کہا ایک ٹاٹ ہے، جسے اوڑھتا، بچھاتا ہوں۔ایک پیالہ ہے، جس میں پانی پیتا ہوں آپ نے فرمایا" جا کر اسے لے آؤ" وہ جا کر لے آیا، آپ نے تمام صحابہ کے سامنے اسے بغرضِ فروخت پیش کیا ایک صحابی نے ایک درم پر لینا چاہا۔ دوسرے صحابی نے قیمت میں اضافہ کر کے دو درم میں لے لیا۔ آپ نے دونوں درم اس انصاری کے حوالے کیے اور فرمایا ایک درم کا غلہ لے کر گھر دے آؤ۔ اور دوسرے درم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لا آؤ۔ وہ بسولا خرید کر لایا۔ آپؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے دستہ لگایا اور حکم دیا" جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ لاؤ اور بیچو پندرہ دن تک میں تمہاری شکل نہ دیکھوں ۔ وہ لکڑی کاٹ لایا ۔ اسے فروخت کیا ۔ دس درم ہاتھ آئے تو یہ رقم لے کر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا "اس رقم سے کچھ غلہ اور کپڑا خرید کر کھاؤ پیو۔ گداگری سے یہ بہتر ہے، وہ تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے۔ صرف اپاہج لوگوں کے لیے جائز ہو سکتی ہے۔ (۳۲)

رشوت خوری اور خیانت

عدل و انصاف کی بردباری اور ظلم کی روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خوری ہے۔ عہد رسالت میں چونکہ صحابہؓ کا معیار اخلاق آنحضرت کے فیض صحبت سے انتہائی بلند ہو گیا تھا، اس لیے وہاں رشوت خوری کی مثالیں نہیں ملتیں۔ تاہم جب کبھی کسی کے طرزِ عمل پر رشوت کا شبہ ہو جاتا تھا تو آنحضرت اس پر تنبیہ فرماتے ۔ حکام کو اکثر رشوتیں ، نذر اور ہدیے کے ذریعے دی جاتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔آپ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔اس نے واپس آ کر آنحضرتؐ کے سامنے صدقے کا مال پیش کیا اور کہا اتنا مسلمانوں کا مال ہے اور اس قدر مجھے ہدیہ ملا ہے۔چونکہ اس قسم کا ہدیہ رشوت بن سکتا تھا اور اگر اعلانیہ اس کا انسداد نہ کیا جاتا تو اور لوگ بھی اس طریقے سے فائدہ اٹھاتے،اس لیے آپؐ نے خطبہ دیا، اور فرمایا اس عامل کو دیکھو جو یہ کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور یہ میرا مال ہے۔ذرا وہ اپنے گھر میں تو بیٹھ کر دیکھے کہ اس کے پاس ہدیہ آتا ہے یا نہیں؟(۳۳)

خیانت کا انسداد

معاملات میں خیانت،چالاکی اور خدع اور فریب کا سب سے زیادہ موقع تجارتی کاروبار میں ملتا ہے اس لیے آنحضرت ﷺ خاص طور پر اس کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھتے تھے۔ایک مرتبہ بازار سے گذرے اور ایک شخص کے غلے کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی چونکہ بھیگے ہوئے غلے کا وزن بڑھ جاتا ہے،اس لیے آپؐ نے فرمایا ''جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں''۔(۳۴) چونکہ عرب میں غلہ بہت کم آتا تھا۔اس لیے جب سوداگر باہر سے غلہ لاتے تھے تو شہر سے باہر ہی لوگ تخمیناً خرید لیتے تھے لیکن اس سے کئی طرح کے نقصانات پیدا ہوتے تھے۔اول تمام شہر محروم رہ جاتا تھا۔دوسرے یہ کہ غیر معین اور غیر معلوم بیع تھی۔اس لیے آنحضرت ﷺ نے اس سے روکا۔آپؐ اس پر لوگوں کو عموماً سزا دیتے تھے۔(۳۵)

حفظ الید وحفظ اللسان

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقی اصول قائم کیا تھا۔

''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ''

''مسلمان وہ ہے،جس کے ہاتھ اور پاؤں سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے''

اگرچہ اس اصول کی خلاف ورزی کا اثر ہر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا ہے،تاہم برابر کے درجے کے لوگ انتقام لے کر اپنے دل کی تسکین کر لیتے تھے۔کمزور انسانوں کو تو اس کا موقع بھی نہیں مل

سکتا۔ چنانچہ اس قسم کے موقعوں پر جب کوئی شخص اس اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا تو آپ فوراً ٹوک دیتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی۔ آپؐ نے فرمایا ''تم اس کو گالی دیتے ہو؟ تم میں زمانہ جاہلیت کا اثر ابھی باقی ہے۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ جو تم کھاؤ، وہی انہیں کھلاؤ، جو تم پہنو، وہی انہیں پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام مت لو۔ اگر لیتے ہو تو ان کی اعانت کرو''۔ (۳۶)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں: ''میں اپنے غلام کو مار رہا تھا یکا یک پیچھے سے آواز آئی: اے ابی مسعودؓ ہشیار خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے میں مڑ کر دیکھا تو آنحضرت کھڑے تھے۔ حضرت ابو مسعودؓ پر اس کا یہ اثر پڑا کہ انہوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔ (۳۷)

مداحی اور عیش پروری کا انسداد

انسان خوشامد پسند ہے اور مداحی اس دبی ہوئی چنگاری کو ہوا دکھاتی ہے۔ امراء و سلاطین کو اسی چیز نے تباہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود مداحی سے نفرت تھی اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی نہایت مبالغہ آمیز طور پر ایک شخص کی مدح کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا: ''تم نے اسے ہلاک کر دیا''۔ (۳۸)

ضرورت سے زائد عمارت

ایک مرتبہ آپؐ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئی۔ آپؐ نے فرمایا: کس کا مکان ہے؟ لوگوں نے ایک انصاری کا نام لیا۔ آپؐ خاموش ہو گئے، لیکن بات ذہن میں رکھ لی اور جب وہ انصاری آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرتؐ کی ناراضی کا سبب پوچھا تو لوگوں نے واقعہ بیان کیا۔ وہ فوراً گئے اور اس مکان کو منہدم کر دیا۔ آپؐ دوسری بار اس طرف سے گذرے تو فرمایا: ''وہ عمارت کیا ہوئی'' لوگوں نے بتایا: ''یارسول اللہ صاحب خانہ نے آپؐ کی ناراضی کے خوف سے اسے گرا دیا۔ آپ نے فرمایا ''ہر وہ گھر

جو ضرورت سے زائد ہو، صاحبِ خانہ پر وبال ہے"۔(۳۹)

آرائشی پردے

ایک مرتبہ آپ کسی لڑائی سے واپس ہوئے، حضرت عائشہ نے شوق و محبت کے ساتھ گھر کو ایک نہایت رنگین پردے سے سجایا۔ آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے سلام کیا۔ لیکن آپ ؐ کے چہرے سے ناراضی کا آثار ظاہر ہوئے، اور سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ پھر خود دستِ مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کر دیے اور فرمایا: "خدا نے ہمیں مٹی اور پتھر کے آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا"۔(۴۰) حضرت فاطمہؓ کے ساتھ بھی اس قسم کے مواقع پیش آئے۔

عفت و عصمت

اسلام پاک بازی اور عفت کی تعلیم دینے کے لیے آیا تھا۔

﴿و الذین هم لفروجهم حفظون﴾(۴۱)

"کامیاب مسلمان وہ ہیں جو عفیف اور پاکباز ہیں"

اس بنا پر جب اس قسم کے واقعات پیش آتے تھے، جن سے مسلمانوں کی اس خصوصیت پر حرف آ سکتا تھا، تو آنحضرتؐ فوراً اس سے تعرض فرماتے تھے۔ حضرت فضل بن عباسؓ نہایت خوب صورت آدمی تھے۔ زمانہ حج میں آنحضرت نے انہیں اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ ایک خوش رُو عورت فتویٰ پوچھنے کے لیے آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھی۔ فضلؓ نے اس کو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے خود دستِ مبارک سے ان کی ٹھوڑی پکڑ کر منہ اس کی طرف سے پھیر دیا"۔(۴۲)

سترِ عورت کی تاکید

یورپ کو آج تہذیب و تمدن پر بڑا ناز ہے، اگرچہ یورپ کی اخلاقی حالت کے اصلی مناظر نہایت نفرت انگیز ہیں۔ بظاہر ہر فرنگی کو سترِ عورت کا خیال رہتا ہے اور کسی نے کسی فرنگی کو راہ میں برہنہ تن

بہت کم دیکھا۔لیکن اسلام کی تہذیب اس بارے میں صرف نمائشی لباس آرائی ہی کو کافی نہیں سمجھتی۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں برہنہ نہاتے ہوئے دیکھا تو فوراً منبر پر تشریف لائے اور ایک عام خطبہ دیا: ''خدا صاحبِ حیا کو پسند کرتا ہے۔پس تم میں سے جو غسل کرے چاہیے کہ پردہ ڈال لیا کرے''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سترِ عورت کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ مسور بن مخرمہ نے ایک بھاری پتھر اٹھایا۔اس حالت میں ان کا کپڑا گرا گیا۔آپؐ نے فوراً ٹوکا کہ کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ ہو''۔(۴۳)

لیکن یورپ میں ستر پوشی کا یہ حال ہے کہ غسل خانوں،حماموں،بحری ساحلوں اور پیرا کی کے حوضوں میں صدہا متمدن انسان برہنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے نہاتے ہیں۔

اصلاح شئون النساء

اس معاملے میں عورتوں کی حالت مختلف حیثیتوں سے قابلِ توجہ اور محتاجِ اصلاح تھی۔عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تھا، جو علانیہ گھروں میں اتا جاتا تھا۔ایک بار ایک مخنث نے ازواجِ مطہرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن بالکل ایک مرد کی نظر و ذوق سے بیان کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ یہ لوگ گھر میں نہ گھسنے پائیں۔(۴۴)

عرب کی عورتوں میں جو بداخلاقیاں پھیل گئی تھیں،ان میں ایک بداخلاقی یہ بھی تھی کہ بعض عورتیں مردوں کی وضع اختیار کرتی تھیں۔آنحضرتؐ نے ان پر عموماً لعنت فرمائی ہے۔جب کبھی کسی عورت کی وضع بلا قصد بھی مردوں کی مشابہت کرتی تھی تو آپؐ فوراً ٹوک دیتے۔ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں۔آپؐ نے فرمایا ''لیة ، لا لیتیـــــن'' (ایک تہہ کرکے اوڑھو، دوتہہ نہ کرو) کیونکہ دوتہہ کرنے سے عمامہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہوجاتی ہے،جو خاص مردوں کی وضع ہے۔آپ کو اس پر اس قدر اصرار تھا کہ ایک عورت نے پردے سے آپ کو خط دینا چاہا،اس کے ہاتھوں میں مہندی نہ تھی۔آپؐ نے فرمایا ''یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا''؟اس نے کہا ''میں عورت ہوں'' فرمایا ''اگر عورت ہو تو مہندی ضرور لگاؤ''۔

غیر محتاط لباس کی ممانعت

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتی تھیں ۔اس کے متعلق قرآن میں آیات نازل ہوئی ہیں ۔خود آنحضرت ﷺ جب اس قسم کی بے احتیاطی ملاحظہ فرماتے تو فوراً روک دیتے تھے۔
حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ آپ کے پاس ایک کپڑا پہن کر آئیں تو آپؐ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا:
''عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتھ کھلا رکھ سکتی ہے'' (۴۵)

عورتیں عموماً راستوں پر مردوں کے دوش بدوش چلتی تھیں ۔ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا مرد اور عورت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ۔آپؐ نے فرمایا: ''تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔راستے کے کنارے چلنا چاہیے'' اس کے بعد عورتیں دیواروں کے ساتھ لگ کر چلنے لگیں۔اس قسم کے بیسیوں واقعات کتبِ حدیث میں مذکور ہیں۔

اصلاح ذات البین

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسانِ الٰہی یہ جتایا ہے:

﴿فاصبحتم بنعمته اخوانا﴾ (۴۶)

''خدا نے تم کو باہم دشمنی کے بعد بھائی بھائی بنا دیا''

لیکن باہمی اختلاف و تنازع سے یہ رشتہ اخوت ٹوٹ سکتا ہے۔اس لیے آنحضرت ﷺ کے فرائضِ احتساب میں سب سے اہم فرض رفع نزاع کا تھا چنانچہ جب کبھی آپؐ کو کسی شر و فساد خانگی کی خبر ملتی تھی تو آپؐ جاتے اور اصلاح فرماتے ۔ایک مرتبہ آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم ناچاقی پیدا ہوگی ہے۔آپؐ چند صحابہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور معاملے کو سلجھانے میں اس قدر دیر لگی کہ نماز کا وقت قریب آ گیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کے درخواست کرنے پر حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی ۔(۴۷)

عبداللہ بن ابی بن سلول ایک بار نہایت گستاخانہ پیش آیا۔ یہاں تک کہ صحابہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ لڑنے بھڑنے پر تیار ہوئے ۔اس پر عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھی بھی اٹھے اور فریقین باہم

دست و گریبان ہو گئے لیکن آپؐ نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر الگ کر لیا اور فرمایا ''صلح فساد سے بہتر ہے''۔ (۴۸)

واقعہ افک کے بارے میں خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں سخت نزاع قائم ہو گئی۔ دونوں آمادۂ جنگ ہو گئے۔ لیکن آپ نے انہیں سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دیا۔

مراعات ادب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑوں کے ادب اور احترام کا بڑا ہی خیال رہتا تھا۔ معمولی باتوں پر بھی گرفت کرتے تھے۔ ایک موقع پر جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے چھوٹے بیٹے نے مسابقت کرنی چاہی تو آپؐ نے فوراً ٹوک دیا۔ الکبر الکبر یعنی پہلے بڑوں کو بولنے دو۔ (۴۹)

(ماخوذ از ''رسولِ رحمت'' مولانا ابوالکلام آزاد)

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ الاحزاب/۲۱

۲۔ الاعراف/۱۵۷

۳۔ آل عمران/۱۱

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل، ص ۹۹

۵۔ ایضاً، الجامع، کتاب الصلوۃ، باب من صلی فی ثوب مصلی، ۱/۷۰

۶۔ ایضاً، کتاب الصلوۃ، باب من صلی فی فروج حریر، ۱/۸۰

۷۔ الشعراء/۲۱۴

۸۔ ترمذی، کتاب التفسیر، ص ۵۲۶

۹۔ بخاری، الجامع، ۳۰/۲

۱۰۔ ایضاً، ۱۲۸/۲

۱۱۔ ایضاً، ۵۰/۱

۱۲۔ ایضاً، ۱۰۱/۸

۱۳۔ ابن ماجہ، السنن، باب القدر، ص۱۶

۱۴۔ حضرت علامہ اقبال نے ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ ارشاد بھی رسول اللہ کے نبی برحق ہونے کی ایک بیّن شہادت ہے۔ لوگوں میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا تھا کسی نے پیدا نہیں کیا تھا۔ لیکن چونکہ غلط تھا اس لیے حضور ﷺ نے اس کا رد برسرِ عام کر دیا۔

۱۵۔ مسلم، الجامع، ۲۴۳/۱، مطبوعہ مصر

۱۶۔ بخاری، الجامع ۲۶/۱

۱۷۔ ایضاً، ۱۴۸/۱

۱۸۔ ایضاً، ۲۷/۱

۱۹۔ ایضاً، ۸۶/۱

۲۰۔ الحدید/۲۸

۲۱۔ مسلم، الجامع، ۱۷۰۱/۲

۲۲۔ بخاری، الجامع، ۱۴۳/۸

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ بخاری، الجامع، ۳۲/۸

۲۵۔ مسلم، الجامع، ۳۴۰/۱

۲۶۔ ایضاً، ۳۴۵/۱

۲۷۔ ابن ماجہ، السنن، ص۲۵

۲۸۔ ایضاً، ص۲۵۱

۲۹۔ ایضاً، ص۳۹۷

۳۰۔ البقرۃ:۱۹۹

۳۱۔ سنن ابن ماجہ، ص۳۹۷

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ صحیح مسلم،۲/۱۱۳

۳۴۔ سنن ابن ماجہ،ص ۳۰۴

۳۵۔ بخاری،الجامع ،۳/ ۶۸

۳۶۔ ایضاً،۱/۱۱

۳۷۔ ابوداؤد،السنن ،باب فی حق الملوک،۲/ ۳۴۸

۳۸۔ بخاری،الجامع ،۳/ ۱۷۷

۳۹۔ ابوداؤد،السنن ،کتاب الادب ،باب ماجاء فی النہا،۲/ ۳۵۶

۴۰۔ ایضاً،۲/۲۱۶

۴۱۔ المؤمنون/۵

۴۲۔ بخاری،الجامع ،۸/۵۱

۴۳۔ ابوداؤد،۲/ ۲۰۱

۴۴۔ صحیح مسلم،۲/ ۲۴۴

۴۵۔ ابوداؤد،۲/ ۲۱۱

۴۶۔ آل عمران/۱۰۳

۴۷۔ ابوداؤد،السنن،۲/ ۲۱۸

۴۸۔ ایضاً،۲/ ۳۱۱

۴۹۔ ایضاً،۲/ ۳۶۰